اکائی 5 محمد حسین آزاد کی نظم نگاری اور متن کی تدریس وتفہیم (حُبِّ وطن)

ساخت

5.1 اغراض ومقاصد
5.2 تمہید
5.3 محمد حسین آزاد کی نظم نگاری اور متن کی تدریس وتفہیم (حُبِ وطن)
  5.3.1 محمد حسین آزاد: حیات وادبی خدمات
  5.3.2 محمد حسین آزاد کی نظم نگاری
  5.3.3 متن کی تدریس وتفہیم
5.4 آپ نے کیا سیکھا؟
5.5 اپنا امتحان خود لیجیے
5.6 سوالوں کے جوابات
5.7 فرہنگ
5.8 کتب برائے مطالعہ

5.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ:

- محمد حسین آزاد کے حالاتِ زندگی اور ان کی ادبی خدمات سے واقف ہوں گے۔
- جدید اردو نظم کے فروغ میں محمد حسین آزاد کی کوششوں کے بارے میں جان کاری حاصل کریں گے۔
- محمد حسین آزاد کی نظم نگاری کی فکری وفنی خصوصیات سے واقفیت حاصل کریں گے۔
- محمد حسین آزاد کی نظم 'حُبِ وطن' کی قرأت کریں گے۔
- محمد حسین آزاد کی نظم 'حُبِ وطن' کے تجزیے کو سمجھیں گے۔

5.2 تمہید

عزیز طلبا! پہلے بلاک کی چار اکائیوں میں آپ نظم کی تعریف، جدید اردو نظم کے فن، اسباب ومحرکات، موضوعات، اس کی ہیئت واقسام اور اس کے سماجی، سیاسی اور تہذیبی پس منظر سے واقف ہو چکے ہیں۔ دوسرا، تیسرا اور چوتھا بلاک جدید اردو نظم کے نمائندہ شعرا کی حیات وادبی خدمات اور ان کی چنندہ تخلیقات کی تفصیلات اور تجزیے پر مشتمل ہے۔ جدید اردو نظم کے بنیاد گزار محمد حسین آزاد ہیں۔ انھوں نے خواجہ الطاف حسین حالی کے ساتھ مل کر جدید اردو نظم کی تحریک چلائی اور اس کے لیے فضا ہموار کی۔ دوسرے بلاک کی اس پہلی اکائی میں آپ محمد حسین آزاد کی شخصیت، ادبی خدمات اور نظم نگاری کا مطالعہ کریں گے اور ان کی نظم 'حُبِّ وطن' کے تجزیے سے واقف ہوں گے۔

5.3 محمد حسین آزاد کی نظم نگاری اور متن کی تدریس و تفہیم (حُبِّ وطن)

5.3.1 محمد حسین آزاد: حیات و ادبی خدمات

شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد کو جدید اردو نثر و نظم کا بانی کہا جاتا ہے۔ محمد حسین آزاد ۱۰ جون ۱۸۳۰ء کو دہلی کے ایک شہرت یافتہ عالم، مذہبی رہنما اور مشہور صحافی مولوی محمد باقر کے گھر پیدا ہوئے۔ آزاد کا نام ان کے والد کے دوست ذوق دہلوی نے محمد حسین رکھا۔ آگے چل کر انھوں نے اپنا تخلص آزاد رکھ لیا اور شعر و ادب کی دنیا میں محمد حسین آزاد کے نام سے مشہور ہوئے۔ چار برس کی عمر میں ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد پھوپھی نے ان کی پرورش کی۔ محمد حسین آزاد نے عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور انھیں کی صلاح پر دہلی کالج میں داخلہ لیا۔ محمد حسین آزاد ایک ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ اپنی محنت، ذہانت اور قابلیت کی بنیاد پر انھیں دورانِ تعلیم وظیفے بھی ملے اور بہترین مضامین لکھنے کے لیے انعامات بھی دیے گئے۔ محمد حسین آزاد کے والد مولوی محمد باقر اپنے عہد کے نامور صحافی تھے۔ انھوں نے دہلی کا پہلا ہفت روزہ ’دہلی اردو اخبار‘ کے نام سے نکالا۔ محمد حسین آزاد نے تعلیم مکمل کرنے کے بعد اخبار اور پریس کے کام میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ آزاد کو بچپن سے شعر و ادب کا ذوق تھا۔ انھوں نے کلاسیکی شاعری کا مطالعہ بھی کیا تھا اور کلاسیکی شعرا کے زیرِ نگرانی ان کی ذہنی و ادبی تربیت بھی ہوئی تھی۔ شاعری میں انھوں نے ذوق کی شاگردی اختیار کی تھی۔ ان کی ابتدائی شاعری پر کلاسیکی شاعری کے اثرات موجود ہیں۔

محمد حسین آزاد کا عہد ملک کی تاریخ کا عبوری دور ہے۔ یہ دور تہذیبی تصادم، سماجی و تہذیبی زوال، معاشرتی انحطاط، مایوسی، محرومی اور شکست خوردگی کا دور ہے۔ اسی ماحول میں محمد حسین آزاد نے آنکھیں کھولیں اور ان کی تربیت ہوئی۔ ان کی شخصیت میں بے تکلفی، سادہ مزاجی، نازک خیالی، لطافت، شگفتگی اور جدت طرازی، یہ تمام خوبیاں موجود تھیں۔ ان کی پُر لطف شخصیت بے پناہ کشش رکھتی تھی۔ ان کی گفتگو بھی بہت دل چسپ ہوتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے ایسی دل چسپ شخصیت کو بکھیر کر رکھ دیا۔ ۱۸۵۷ء کی ناکام جنگ آزادی میں ان کے والد مولوی محمد باقر پر غلط الزام لگا کر انھیں شہید کر دیا گیا۔ ان کا گھر بار لُٹ گیا۔ جان بچا کر اہلِ خانہ کے ساتھ بہت مشکل سے نکل پائے۔ پریشانیوں کا سامنا کرتے ہوئے بے سروسامانی کی حالت میں آزاد دہلی سے ہجرت کر کے لکھنو پہنچے۔ لکھنو کے مختصر قیام کے دوران میر انیس، مرزا دبیر، میر کلو عرش اور دوسرے مشاہیرِ ادب سے ان کی ملاقات ہوئی۔ جلد ہی لکھنو سے بھی انھیں رختِ سفر باندھنا پڑا۔ اس کے بعد انھوں نے دکن کا رُخ کیا۔ کچھ دنوں تک مدراس میں قیام کیا اور مدرسی کا پیشہ اختیار کیا۔ وہاں بھی ان کا دل نہیں لگا تو پھر بمبئی چلے گئے اور وہاں سے مالوہ ہوتے ہوئے پنجاب پہنچ گئے۔ وہاں انھوں نے اپنے اہلِ خانہ کو بھی بلا لیا۔ ۱۸۶۱ء میں وہ لاہور چلے گئے۔ وہاں کچھ دنوں تک پوسٹ آفس میں کام کیا پھر محکمۂ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ ’آبِ حیات‘، ’نیرنگِ خیال‘، ’سخندانِ فارس‘، ’کلامِ اکبری‘، ’کلامِ ذوق کی تدوین‘، ’مکتوباتِ آزاد‘ اور ’فلسفۂ الٰہیات‘ وغیرہ ان کی اہم نثری تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے درسی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ شاعری اور نثر نگاری، دونوں میں ان کی خدمات بے حد اہم ہیں۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انگریزی حکومت نے ۱۸۸۷ء میں ملکہ وکٹوریہ کے پچاس سالہ جشنِ تاج پوشی کے موقعے پر انھیں ’شمس العلما‘ کے باوقار خطاب سے نوازا۔ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد محمد حسین آزاد کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ ۱۱ اکتوبر ۱۸۸۹ء سے وہ مسلسل بیمار رہنے لگے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو نصفِ شب، لاہور میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

5.3.2 محمد حسین آزاد کی نظم نگاری

محمد حسین آزاد ہمہ جہت شخصیت مالک تھے۔ وہ نامور ادیب، مشہور نثر نگار و نقاد اور ماہر تعلیم ہونے کے ساتھ شہرت یافتہ اخبار نویس بھی تھے۔ اس کے علاوہ فارسی زبان اور علم الانسان کے ماہر تھے۔ انھیں اردو کا مایہ ناز انشا پرداز مانا جاتا ہے۔ ان سب پہلوؤں کے علاوہ، وہ اردو ادب میں اس وجہ سے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ انھیں جدید اردو نظم نگاری کے بنیاد گزار ہونے کا شرف حاصل ہے۔ انھوں نے جدید اردو نظم نگاری کی تحریک چلائی۔ شاعری کی دنیا میں انھوں نے نظم گوئی کا جو نیا سلسلہ شروع کیا، وہ آگے چل کر بے حد مقبول ہوا۔ اردو شاعری میں ان کا مقام بہت بلند نہیں لیکن ان کی نظم گوئی اس اعتبار سے قابلِ توجہ ہے کہ اس نے جدید اردو نظم نگاری کے لیے بنیاد فراہم کی اور اس کے لیے فضا ہموار کی۔ جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ محمد حسین آزاد کو اوائلِ عمر سے شاعری کا شوق تھا۔ ان کی ذہنی و ادبی تربیت کلاسیکی شعرا خصوصاً ان کے والد کے دوست ذوق دہلوی کی صحبت میں ہوئی۔ انھوں نے جب شعر کہنا شروع کیا تو اپنے عہد کے عام نوجوانوں کی طرح غزل گوئی سے ہی شاعری کی ابتدا کی۔ انھوں نے قصیدے اور مرثیے بھی کہے لیکن ان کی بنیادی شناخت جدید اردو نظم نگار کی حیثیت سے ہے۔ دراصل محمد حسین آزاد کلاسیکی رنگ کی شاعری کو چھوڑ کر جدید اردو نظم کی طرف صرف متوجہ ہی نہیں ہوئے بلکہ انھوں نے جدید اردو نظم نگاری کی تحریک چلائی اور اپنی نظموں کے ذریعے دوسرے نظم گو شعرا کو بھی جدید اردو نظم نگاری کی طرف آمادہ کیا۔ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں آزاد اور حالی ہی وہ نمایاں شعرا تھے جن کی نگاہوں میں نئی شاعری کے نقوش ابھرنے لگے تھے کیوں کہ یہ لوگ انگریزی شاعری کے اصل یا ترجمے سے واقف ہو رہے تھے۔ یہ دونوں شعرا قدیم شاعری کے خیالی اور فرضی بیانیے سے ناخوش تھے۔ دونوں کا خیال تھا کہ نظم کی تکمیل تبھی ممکن ہے جب موضوعات میں صداقت اور بیان میں تسلسل ہو۔ آزاد اور حالی نے جس جدید اردو نظم کی بنیاد رکھی، وہ جدید اور قدیم کا معتدل آمیزہ ہے۔ پہلے موضوعات میں تبدیلی لائی گئی، پھر ہیئت کے تجربے بھی کیے گئے۔ انھوں نے حالی کے ساتھ اردو میں فطری شاعری کی بنیاد رکھی اور اپنی شعری تخلیقات کے ذریعے اسے ایک نیا موڑ دیا۔ آزاد اور حالی نے انگریزی شاعری کی طرز پر اردو میں نیچرل شاعری کی بنیاد ڈالی۔

محمد حسین آزاد کو اردو شاعری کا اسکاٹ کہا جاتا ہے۔ اردو شاعری انھیں کی بدولت نیچرل شاعری کے اصل معنی سے واقف ہوئی۔ انھوں نے کرنل ہالرائیڈ کے تعاون سے بزمِ ادب 'انجمنِ پنجاب' کی بنیاد رکھی جس میں قومی اور اخلاقی موضوعات پر نظمیں پڑھی جاتی تھیں۔ اس انجمن کا مقصد اردو شاعری کی اصلاح اور ترقی تھا جس میں مصرع طرح کی جگہ عنوان دیا جاتا تھا۔ یہیں سے جدید اردو نظم نگاری کا آغاز ہوا۔ اسے پروان چڑھانے اور فروغ دینے میں آزاد اور حالی نے اہم کردار ادا کیا۔ ان دونوں کی کوششوں سے اردو نظم نگاری میں ایسا انقلاب آیا کہ اردو کا شاعر حسن کی تصوراتی دنیا سے الگ ہو کر حقیقت پسندی کی طرف آ گیا۔ معاشرتی اور سیاسی پہلو پر نظمیں کہنے کی شروعات ہوئی۔ آزاد نے نظم نگاری میں لسانی زور آزمائی سے کام لیا۔ ان کے یہاں فطری مناظر کی پیش کش میں خارجی حسن کی تصویر کشی ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ دل آویز مشابہتوں کے ذریعے بصری پیکروں کا سلسلہ قائم کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے فطرت کے مختلف اجزا سے رشتہ جڑ جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں فطرت مشفق بھی ہے اور اذیت رساں بھی۔ اسی وجہ سے ان کی فطرت نگاری میں تنوع ملتا ہے۔ آزاد نے زندگی اور حقیقت کے ہر پہلو کو نظموں میں سمونے کی کوشش کی۔

آزاد نے انگریزی نظموں سے خیالات اخذ کر کے متعدد نظمیں لکھیں۔ مثلاً 'محنت کرو'، 'ایک تارے کا عاشق'، '

جسے چاہو سمجھ لو، 'شرافتِ حقیقی' اور 'جشنِ جوبلی' وغیرہ۔ ان کی مثنویاں 'حُبِّ وطن'، 'شبِ قدر'، 'خوابِ امن'، 'صبحِ امید' اور 'ابرِ کرم' وغیرہ خصوصی اہمیت کی حامل ہیں۔ ان نظموں کے ذریعے انھوں نے اردو کی جدید نظمیہ شاعری کو نئے اسالیب سے روشناس کرایا اور فکری و فنی سطح پر اسے ثروت مند بنایا۔ انھوں نے نیچرل اور سادہ نظمیہ شاعری کو ہی ترجیح دی۔

محمد حسین آزاد کی نظموں میں فلسفیانہ عمق اور گہرائی نہیں ہے۔ ان کا لہجہ ایک سا رہتا ہے۔ فارسی شاعری کے منفی اثرات کا ذکر کرنے کے باوجود ان کی نظموں پر فارسی شاعری کا بہت اثر ملتا ہے۔ موضوعاتی اعتبار سے فطری مناظر کی پیش کش، حب الوطنی اور ملکی حالات ان کی نظموں میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ ان کی نظموں میں رعایتِ لفظی کی پابندی اور حقیقی مناظر کی خوب صورت تخیلی پیش کش ملتی ہے، منظر نگاری بھی بہت دل کش ہے، لطافت اور نزاکت کے ساتھ جوش و ولولہ بھی ملتا ہے۔ آزاد کی نظموں کا ایک بڑا عیب ان کی طوالت ہے۔ وہ پرشکوہ زبان کا استعمال ضرور کرتے ہیں لیکن ترتیب کا خیال نہیں رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی نظموں میں روانی ختم ہو جاتی ہے اور ناہمواری اور سستی پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض جگہ ان کا انداز بہت سادہ اور بے رنگ بھی ہو جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں داخلی کیفیات بہت کم ملتی ہیں۔

اردو نظم گوئی کی تاریخ میں محمد حسین آزاد کا یہ کارنامہ ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ انھوں نے اردو نظم کو روایتی مضامین سے نکال کر ایک نئی راہ پر گامزن کیا۔ 'خودستائی'، 'دربارِ اکبری'، 'دوستی'، 'محنت کرو'، 'ایک تارے کا عاشق'، 'جسے چاہو سمجھ لو'، 'مبارک باد'، 'جشن جبلی'، 'سلام علیک' اور 'معرفت الٰہی' وغیرہ ان کی مشہور نظمیں ہیں۔ کلیات محمد حسین آزاد میں مثنوی کی ہیئت میں ۱۱ نظمیں موجود ہیں۔ ۱۹۵ اشعار پر مشتمل زیرِ مطالعہ نظم 'حُبِّ وطن' حُبّ الوطنی کے اوصاف اور تعریف سے متعلق ہے۔ اس نظم میں آزاد نے حُبِّ وطن کی اہمیت کی وضاحت کرنے سے پہلے ان منفی جذبوں کا ذکر کیا ہے جنھیں حُبّ الوطنی کے نام سے جوڑ دیا گیا ہے اور جن سے چھٹکارا پانا ضروری ہے۔ پھر چار تاریخی مثالوں کے ذریعے حُبِّ وطن کی تعریف کی گئی ہے۔ اس نظم میں آزاد نے تخیل سے زیادہ واقعات سے مدد لی ہے۔ اس نظم کا آخری حصہ کافی اثر انگیز ہے۔

5.3.3 متن کی تدریس و تفہیم

(حُبِّ وطن)

ہے قول جملہ تجربہ کارانِ فارسی
اور کہتے ہیں یہ نظم نگارانِ فارسی

حُبِّ وطن زملک سلیماں نکوتر است
خارِ وطن زسنبل و ریحاں نکوتر است

دلی کہ جو ہمیشہ سے کانِ کمال ہے
جو باکمال اس میں ہے وہ بے مثال ہے

اک شخص واں ستار نوازی کی جان تھا
پر جان سے عزیز تھا دلی کو جانتا

ایسے ہی ننگِ حب وطن بدنصیب ہیں
گھر میں مسافروں سے جو بدتر غریب ہیں

کہتے ہیں دکھ کو اٹھانا ہو یا درد کو سہنا ہو
تھوڑا سا کھانا ہو پہ بنارس میں رہنا ہو

آزاد خیر ہے کدھر آیا خیال ہے　　تم دیتے کیا جواب ہو اور کیا سوال ہے
جانا تھا کس طرف کو اور قدم جا پڑا کہاں　　تھا ذہن کس خیال میں اور جا لڑا کہاں
اے آفتابِ حب وطن تو کدھر ہے آج　　تو ہے کدھر کہ کچھ نہیں آتا نظر ہے آج
تجھ بن جہاں ہے آنکھوں میں اندھیر ہو رہا　　اور انتظامِ دل ہے زبر زیر ہو رہا
ٹھنڈے ہیں کیوں دلوں میں ترے جوش ہوگئے　　کیوں سب ترے چراغ ہیں خاموش ہوگئے
حُبِّ وطن کی جنس کا ہے قحط سال کیوں　　حیراں ہوں آج کل ہے پڑا اس کا کال کیوں
کچھ ہو گیا زمانہ کا الٹا چلن یہاں　　حُبِّ وطن کے بدلے ہے بغض الوطن یہاں
بن تیرے ملک ہند کے گھر بے چراغ ہیں　　جلتے عوض چراغوں کے سینوں میں داغ ہیں
کب تک شبِ سیاہ میں عالم تباہ ہو　　اے آفتاب ادھر بھی کرم کی نگاہ ہو
عالم سے تا کہ تیرہ دلی دور ہو تمام　　اور ہند تیرے نور سے معمور ہو مدام
الفت سے گرم سب کے دلِ سرد ہوں بہم　　اور جو کہ ہم وطن ہوں وہ ہمدرد ہوں بہم
تا ہو وطن میں اپنے زر و مال کا وفور　　اور مملکت میں دولت و اقبال کا وفور
سب اپنے حاکموں کے لیے جاں نثار ہوں　　اور گردنِ حریف پہ خنجر کی دھار ہوں
علم و ہنر سے خلق کو رونق دیا کریں　　اور انجمن میں بیٹھ کر جلسے کیا کریں
لبریز جوشِ حُبِّ وطن سب کے جام ہوں
سرشار ذوق و شوق دلِ خاص و عام ہوں

عزیز طلبا! ابھی آپ نے محمد حسین آزاد کی جس نظم کو پڑھا ہے، اس کا تجزیہ درج ذیل ہے:

’حب وطن‘ کا شمار محمد حسین آزاد کی مشہور نظموں میں ہوتا ہے۔ اس میں انھوں نے وطن سے محبت کے جذبے اور اس کی قدر و قیمت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ شاعر کے نزدیک حبِ وطن یہ ہے کہ ہمارا ملک ہمیں دنیا کی تمام چیزوں سے برتر معلوم ہو۔ اس برتری کو ظاہر کرنے کے لیے آزاد فارسی زبان کے تجربے کار افراد، شعرا اور نظم نگاروں کے اقوال کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ وطن سے محبت کی دلیل یہ ہے کہ ہمیں ہمارا ملک حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک سے کم تر معلوم نہیں ہوتا ہے۔ ہمارے وطن کے کانٹے بھی سنبل و ریحان سے کم تر نہیں ہیں۔ یعنی وطن کی ادنا سے ادنا چیز بھی قابلِ قدر ہوتی ہے۔ محمد حسین آزاد کہتے ہیں کہ وطن سے محبت اس طرح کی جائے کہ وطن کی ہر شے ہمیں اعلا ترین معلوم ہو۔

محمد حسین آزاد دہلی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ شہر ہمیشہ سے باکمالوں کا مرکز رہا ہے۔ یہاں جس قدر باکمال رہتے ہیں، وہ سب اپنی ہنرمندی اور فن کاری کے اعتبار سے بے مثل ہیں۔ ایک شخص جو ستار بجانے کے فن میں یکتا تھا، وہ بھی کہتا تھا کہ دہلی اسے اپنی جان سے کہیں زیادہ عزیز ہے۔

آزاد کا خیال ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے وطن کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت ہی بدنصیب ہوتے ہیں اور ان کی حالت پردیسیوں سے بھی زیادہ گئی گزری ہوتی ہے۔ پریشانیاں تو اپنے وطن میں بھی ہوسکتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم ان کا شکوہ کریں۔ ہمیں ان کو برداشت کرنے کی عادت ڈالنے چاہیے اور تھوڑے پر بھی راضی اور خوش رہنا چاہیے۔ آزاد خود سے یہ سوال کرتے ہیں کہ آخر تجھے کس خیال نے بھٹکا دیا ہے؟ سوال کچھ اور ہوتا ہے، جواب کچھ اور دیتے ہو، جانا کہیں ہے، جاتے کہیں اور ہو، آخر یہ بے راہ روی کیسی؟ یہاں محمد حسین آزاد نے وطن سے جھوٹی محبت پر طنز کیا ہے کہ یہ ایک فریب اور گمراہ کن رویہ ہے۔ وطن سے اصل محبت تو دل سے کی جاتی ہے نہ کہ دکھاوے کے طور پر۔

اگلے شعر میں آزاد نے حُبِ وطن کو سورج سے تعبیر کیا ہے۔ جس طرح سورج کی عدم موجودگی میں کوئی شے نظر نہیں آتی، ہر چیز پر تاریکی چھائی رہتی ہے، اسی طرح دل میں حُبِ وطن کی روشنی نہ ہونے سے وطن کی اچھائیاں بھی نظروں سے اوجھل رہتی ہیں۔ گویا حُبِ وطن کا جذبہ نہ ہونے سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا رہتا ہے اور دل کی حالت بھی دگرگوں رہتی ہے۔ جس طرح زندگی میں حرارت کے لیے سورج کی روشنی ضروری ہے، اسی طرح وطن سے محبت کا جوش اور جذبہ برقرار رکھنے کے لیے دل کا روشن ہونا بھی ضروری ہے۔ یعنی کسی طرح کا بغض اور کینہ دل میں نہیں ہونا چاہیے۔

آزاد آگے سوال کرتے ہیں کہ آخر وہ کون سے اسباب ہیں جن کی وجہ سے دلوں میں وطن سے محبت کی حرارت سرد پڑ گئی اور سارے چراغ بجھ گئے ہیں۔ اس جنسِ گراں مایہ کا کیوں قحط پڑ گیا ہے؟ شاعر دکھ کے ساتھ کہتا ہے کہ زمانے کا چلن کچھ ایسا الٹ گیا ہے کہ جہاں حُبِّ وطن کی باتیں ہوتی تھیں، وہاں اب بغض، کینہ اور حسد کا بول بالا ہے۔ شاعر نے اس کے لیے ’حُبِّ وطن‘ کے متضاد کے طور پر ایک خوب صورت ترکیب ’بغض الوطن‘ استعمال کی ہے، جس سے نظم کی معنوی فضا خوش گوار ہوگئی ہے۔ آزاد آگے کہتے ہیں کہ حُبِّ وطن کے سورج کے بغیر ہندوستان کے تمام گھر بے چراغ ہوگئے ہیں اور اگر کوئی چراغ کسی صورت جل بھی رہا ہے تو اس کے سینے میں داغ ہیں۔ یعنی بغض و کینہ کی موجودگی سے وطن کی سچی محبت نظر نہیں آرہی ہے۔ شاعر فکر مند ہے کہ کب تک کالی راتوں میں یہ دنیا یوں ہی تباہ ہوتی رہے گی؟ اس لیے اے محبت کے سورج! ادھر بھی کرم کی ایک نگاہ کیجیے تاکہ دل کی دنیا سے تاریکی کا خاتمہ ہوسکے، ہندوستان منور ہوسکے اور ہمیشہ چمکتا رہے۔ تمھارے چمکنے سے سرد دلوں میں محبت کی گرمی پہنچ سکے، تمام اہلِ وطن ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھ سکیں تاکہ مال و زر کی فراوانی ہو جس سے ہمارے ملک ہندوستان کا اقبال بلند ہوسکے۔ سب اپنے حاکموں کے لیے جاں نثار ہوں اور اپنے حریف کے لیے خنجر کی دھار

کی مانند ہوں۔ آزاد نے یہاں ایک اہم بات کی جانب اشارہ کیا ہے کہ اگر ہم ملک کی ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں ملک کے دشمنوں کے لیے تلوار بن جانا چاہیئے اور جو حاکم ہیں ان کی باتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

شاعر کے نزدیک حُبِّ وطن کے جذبے کو فروغ دینے کے لیے مناسب راستہ یہی ہے کہ اہلِ وطن کو علم و ہنر سے آراستہ کیا جائے تا کہ وہ حسبِ ضرورت علم و ادب کی محفلوں کے ذریعے ملک کی خوش حالی اور یک جہتی کے اسباب تلاش کر سکیں۔ آخر میں شاعر تمنا کرتا ہے کہ جوشِ حُبِّ وطن سے سب کے دل کا پیمانہ لبریز ہونا چاہیئے تا کہ ہر خاص و عام کے دل کو خوشی اور اطمینان نصیب ہو۔

5.4 آپ نے کیا سیکھا؟

اس اکائی کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ نے:

- محمد حسین آزاد کے حالاتِ زندگی اور ان کی ادبی خدمات سے واقفیت حاصل کی۔
- جدید اردو نظم کے فروغ میں محمد حسین آزاد کی کوششوں کے بارے میں جان کاری حاصل کی۔
- محمد حسین آزاد کی نظم نگاری کی فکری و فنی خصوصیات سے واقفیت حاصل کی۔
- محمد حسین آزاد کی نظم ’حُبِّ وطن‘ کی قرأت کی۔
- محمد حسین آزاد کی نظم ’حُبِ وطن‘ کے تجزیے کو سمجھا۔

5.5 اپنا امتحان خود لیجیے

۱۔ محمد حسین آزاد کے حالاتِ زندگی اور ادبی خدمات کو مختصراً بیان کیجیے۔

۲۔ محمد حسین آزاد کی نثری تصانیف کے نام بتائیے۔

۳۔ محمد حسین آزاد کی نظم نگاری کی خصوصیات بیان کیجیے۔

۴۔ محمد حسین آزاد کی چند مشہور نظموں کے نام لکھیے۔

۵۔ نظم ’حُبِّ وطن‘ کے مرکزی خیال کی وضاحت کیجیے۔

5.6 سوالوں کے جوابات

۱۔ شمس العلما مولوی محمد حسین آزاد ۱۰ جون ۱۸۳۰ء کو دہلی کے ایک شہرت یافتہ عالم، مذہبی رہنما اور مشہور صحافی مولوی محمد باقر کے گھر پیدا ہوئے۔ آزاد کا نام ان کے والد کے دوست ذوق دہلوی نے محمد حسین رکھا۔ آگے چل کر انھوں نے اپنا تخلص آزاد رکھ لیا اور شعر و ادب کی دنیا میں محمد حسین آزاد کے نام سے مشہور ہوئے۔ عربی و فارسی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور انھیں کی صلاح پر دہلی کالج میں داخلہ

لیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد آزاد نے اخبار اور پریس کے کام میں اپنے والد کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ آزاد کو بچپن سے شعر و ادب کا ذوق تھا۔ انھوں نے کلاسیکی شاعری کا مطالعہ بھی کیا تھا اور شاعری میں انھوں نے ذوق کی شاگردی اختیار کی تھی۔ ان کی شخصیت بہت پُر لطف تھی اور بے پناہ کشش رکھتی تھی۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے نے ایسی دل چسپ شخصیت کو بکھیر کر رکھ دیا۔ اس ہنگامے میں ان کے والد کو شہید کر دیا گیا اور ان کا گھر بار لُٹ گیا۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر اہلِ خانہ کے ساتھ نکل پائے اور پریشانی کے عالم میں ہندوستان کے مختلف شہروں سے ہوتے ہوئے ۱۸۶۱ء میں لاہور پہنچے۔ وہاں کچھ دنوں تک پوسٹ آفس میں کام کیا پھر محکمۂ تعلیم میں ملازم ہو گئے۔ ’آبِ حیات‘، ’نیرنگِ خیال‘، ’سخندانِ فارس‘، ’کلامِ اکبری‘، ’کلامِ ذوق کی تدوین‘، ’مکتوباتِ آزاد‘ اور ’فلسفۂ الٰہیات‘ وغیرہ ان کی اہم نثری تصانیف ہیں۔ ان کے علاوہ انھوں نے درسی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان کی علمی و ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے انگریزی حکومت نے انھیں ’شمس العلما‘ کے باوقار خطاب سے نوازا۔ ملازمت سے سبک دوشی کے بعد محمد حسین آزاد کی طبیعت ناساز رہنے لگی۔ ۱۶ اکتوبر ۱۸۸۹ء سے وہ مسلسل بیمار رہنے لگے۔ ۲۲ جنوری ۱۹۱۰ء کو نصفِ شب، لاہور میں وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔

۲۔ ’آبِ حیات‘، ’نیرنگِ خیال‘، ’سخندانِ فارس‘، ’کلامِ اکبری‘، ’کلامِ ذوق کی تدوین‘، ’مکتوباتِ آزاد‘ اور ’فلسفۂ الٰہیات‘ وغیرہ محمد حسین آزاد کی نثری تصانیف ہیں۔

۳۔ محمد حسین آزاد نے نظم نگاری میں لسانی زور آزمائی سے کام لیا۔ ان کے یہاں فطری مناظر کی پیش کش میں خارجی حسن کی تصویر کشی ملتی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ دل آویز مشابہتوں کے ذریعے بصری پیکروں کا سلسلہ قائم کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے فطرت کے مختلف اجزا سے رشتہ جڑ جاتا ہے۔ ان کی نظموں میں فطرت مشفق بھی ہے اور اذیت رساں بھی۔ اسی وجہ سے ان کی فطرت نگاری میں تنوع ملتا ہے۔ آزاد نے زندگی اور حقیقت کے ہر پہلو کو نظموں میں سمونے کی کوشش کی۔

۴۔ ’خود ستائی‘، ’دربارِ اکبری‘، ’دوستی‘، ’محنت کرو‘، ’ایک تارے کا عاشق‘، ’جسے چاہو سمجھ لو‘، ’مبارک باد‘، ’جشنِ جبلی‘، ’سلام علیک‘ اور ’معرفت الٰہی‘ وغیرہ محمد حسین آزاد کی مشہور نظمیں ہیں۔

۵۔ نظم ’حُبِّ وطن‘ حُبّ الوطنی کے اوصاف اور تعریف سے متعلق ہے۔ اس نظم میں آزاد نے حُبِ وطن کی اہمیت کی وضاحت کرنے سے پہلے ان منفی جذبوں کا ذکر کیا ہے جنھیں حُبّ الوطنی کے نام سے جوڑ دیا گیا ہے اور جن سے چھٹکارا پانا ضروری ہے۔ پھر چار تاریخی مثالوں کے ذریعے حُبِّ وطن کی تعریف کی گئی ہے۔ اس میں حُبِّ وطن کے جذبے اور اس کی قدر و قیمت کو اُجاگر کیا گیا ہے۔

5.7 فرہنگ

(الفاظ)		(معانی)
اقبال	:	بلندی
یخ	:	بہت ٹھنڈا
کوہسار	:	پہاڑ
بلّور	:	صاف
کوزے	:	مٹی کے برتن
سُنبُل	:	ایک قسم کی خوشبودار گھاس
خار	:	کانٹا، پھانس
شبِ سیاہ	:	تاریک رات
تیرہ دلی	:	سیاہ دلی، بدبختی
معمور	:	آباد، بسا ہوا، بھرا ہوا
لبریز	:	بھرا ہوا، پُر، لبالب
جام	:	پیالہ، گلاس
سرشار	:	نشے میں چور، چھلکتا ہوا، لبریز
حریف	:	مدمقابل
ریحاں	:	ایک خوشبودار پودا
مناظر	:	منظر کی جمع، معنی نظارے
ہجرت	:	وطن کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنا
مبالغہ	:	کسی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا
اصطلاح	:	کسی لفظ کے عام معنی کے علاوہ خاص مفہوم مقرر کر لینا

5.8 کتب برائے مطالعہ

۱۔ محمد حسین آزاد : عتیق اللہ

۲۔ محمد حسین آزاد : جہاں بانو بیگم

۳۔ محمد حسین آزاد : مظفر حنفی
۴۔ محمد حسین آزاد ایک تخلیقی فنکار : ساحل احمد
۵۔ محمد حسین آزاد۔ حیات اور تصنیف : ڈاکٹر اسلم فرخی
۶۔ مولانا محمد حسین آزاد اور ان کا شعری سفر : ڈاکٹر رشید اشرف خان

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY